IJAER/May-June- 2024/Volume-13/Issue-3 ISSN: 2278-9677
International Journal of Arts & Education Research
(Peer-Reviewed, Open Access, Fully Refereed International Journal) Impact Factor:7.06

دانشوروں کی فکری رہنمائی اور اخلاقیات .... ایک نظر

ڈاکٹر محمد ساجر
شعبہ فارسی

تعارف: دنیا کی تاریخ گواہ ہے کہ اخلاقی اقدار دنیا کے اہم ا رکان میں سے ایک ہیں۔
انسانی تاریخ میں بنیادی اصولوں کا احاطہ کیا جائے تو اخلاقیات ان میں سنگ میل کی حیثیت دکھتے ہیں ۔
اسلام میں اخلاقیات کی بڑی اہمیت ہے، اور احادیث مبارکہ حسن اخلاق کی تعریف، اہمیت اور فضیلت بیان کرتی ہیں، جیسے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روز قیامت میزان میں کسی کا کوئی عمل حسن خلق سے زیادہ افضل نہ ہوگا اور اچھے اخلاق والے کا اجر قیام اللیل روزہ دار کے برابر ہے. حسنِ خلق میں نرمی، برداشت، مسکراہٹ، نرم گوئی اور دوسروں کے ساتھ اچھا سلوک شامل ہیں، جو انسان کو اللہ کے قریب اور لوگوں کا محبوب بناتا ہے۔

خُلق کا مفہوم:

اخلاق خُلق کی جمع ہے اس کے معنی ہیں طبیعت، عادت اور مروّت کے۔ خوش اخلاقی زندگی گزارنے کا ایک اچھا اور نیک طریقہ ہے۔ اخلاق اصل میں انسانی سیرت و کردار پر مبنی رویئے کا نام ہے۔ انسانیت کی بنیاد اخلاق پر قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور مخلوق کی ہر دلعزیزی حاصل کرنے کے لیے اچھا اخلاق سب سے بڑا، سب سے بہتر اور سب سے زیادہ آسان ذریعہ ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ اچھے اور بہترین اخلاق جنت کے اعمال میں سے ہیں۔
حضور پاک کی پوری زندگی قرآنِ مجید کی عملی تفسیر تھی، اس کے باوجود حضور اکرم کے تمام اعمال میں اللہ تعالیٰ نے صرف ان کے اخلاق کی تعریف فرمائی ہے۔ فرمایا:- بے شک آپ اخلاق کے اونچے درجے پر ہیں خوش اخلاقی ایک ایسا عطر ہے۔ جسے جتنا زیادہ آپ دوسروں پر نچھاور کریں گے، اتنی ہی زیادہ خوشبو آپ کے وجود سے آئے گی-- خوش اخلاقی پر کچھ خرچ نہیں ہوتا یہ انسان کاوقار بڑھادیتی ہے۔

حسنِ اخلاق کا مطلب نرمی، برداشت، مسکراہٹ، نرم گوئی، درگزر، عاجزی اور دوسروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا ہے. یہ ایک ایسی صفت ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرتی ہے، لوگوں میں محبوب بناتی ہے اور آخرت میں کامیاب کرتی ہے. پُرسکون معاشرے کی تعمیر اور ترقی کے لیے اخلاق بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔

احادیث میں حسنِ اخلاق کے فضائل

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روز قیامت میزان میں کسی کا کوئی عمل حسن خلق سے زیادہ افضل نہ ہوگا.
اچھے اخلاق والے کا اجر خدا کے ہاں اس شخص کے برابر ہے جو (قیام اللیل روزہ دار کے برابر) رات بھر جاگ کر عبادت کرتا ہے اور روزہ رکھتا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ نیکی اور حسنِ خلق سے شہر آباد ہوتے ہیں اور عمریں بڑھتی ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ہم نے فرمایا: مومنوں میں سے کامل ترین مومن وہ ہے جو بہترین اخلاق کا مالک ہے۔ اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ انتہائی نرم ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ١؎

اور بے شک آپ عظیم الشان خُلق پر قائم ہیں (یعنی آدابِ قرآنی سے مزیّن اور اَخلاقِ اِلٰہیہ سے متّصِف ہیں)

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں نیکوکاری اور خوش اخلاقی شہروں کو آباد اور رزق میں اضافہ کرتی (ہے۔٢؎

اچھے اخلاق کے آخرت میں فائدے، احادیث کی روشنی میں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) نے ارشاد فرمایا۔

«قال رسول الله ﷺ: «أوّل ما يوضع في ميزان العبد يوم القيامة حسن خلقه ٣؎

روایت کی سند میں **هارون بن مسلم، مسعدة بن صدقة، جعفر بن محمد، عن أبيه، عن آبائه عليهم السلام** کے واسطے سے رسول اللہ ﷺ تک روایت پہنچتی ہے۔

پہلی چیز جو بندے کے میزان میں قیامت کے دن رکھی جائے گی اس کی خوش اخلاقی ہے۔

چند دانشوروں کے اس ضمن میں اقوال :

<u>اخلاقیات اور ارسطو:</u> قدیم یونان کا عظیم فلسفی ، اس کی اہم تصنیف ۴؎ ہے اس کے نزدیک محض دولت، شہرت، لذت یا وقتی خوشی انسان کی حقیقی کامیابی نہیں۔ حقیقی سعادت اس وقت حاصل ہوتی ہے جب انسان عقل ارسطو کے نزدیک کے مطابق زندگی گزارتا اور اپنی اچھی صلاحیتوں کو عملی طور پر بروئے کار لاتا ہے۔ اچھا کردار اچانک پیدا نہیں ہوتا بلکہ اچھی عادات اور مسلسل عملی تربیت سے تشکیل پاتا ہے۔ انسان بار بار اچھے اعمال انجام دے تو اس کے اندر نیک عادت پیدا ہوتی ہے اور یہی نیک عادت آگے چل کر اس کے کردار کا حصہ بن جاتی ہے۔

اس لیے ارسطو کے اخلاقی فلسفے میں نیکی کو بنیادی **فضیلت** حاصل ہے۔

Golden Mean — اعتدال کا نظریہ

ارسطو کا مشہور اخلاقی نظریہ **درمیانی راہ** (Golden Mean) ہے۔ اس کے مطابق اخلاقی فضیلت اکثر دو انتہاؤں کے درمیان مناسب اعتدال کا نام ہے۔ مثلاً بزدلی ، بہادری اوربے احتیاطی **میں** اعتدال **بہادری** ہے جسے اپنا لینا چاہیے۔ اسی طرح فضول خرچی اور بخل کی درمیانی راہ **سخاوت** ہے

یہاں اعتدال سے مراد ہر صورت میں درمیان کا راستہ اختیار کرنا نہیں، بلکہ **موقع، وقت اور حالات کے مطابق عقل و دانش سے درست رویہ اختیار کرنا بھی** ہے۔

ارسطو کے فلسفے میں **عقل** کو مرکزی مقام حاصل ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی خواہشات اور جذبات کو عقل کے تابع رکھے۔ صرف یہ جان لینا کافی نہیں کہ کیا اچھا ہے؛ انسان کو اس اچھائی پر **عمل بھی کرنا چاہیے۔**

ارسطو قدیم یونان کا عظیم فلسفی تھا۔ اخلاقیات کے میدان میں اس کی سب سے اہم تصنیف نیکو ماخوسی ہے ۔ اس کے نزدیک اخلاقیات کا بنیادی مقصد یہ سمجھنا ہے کہ **انسان ایک اچھی اور بامقصد اور خوش گوار زندگی کیسے گزار سکتا ہے۔**

اس کے نزدیک اخلاقیات صرف اچھے یا برے اعمال کی فہرست نہیں بلکہ **اچھے کردار کی تشکیل** کا نام ہے۔ ایک نیک انسان وہ ہے جس میں نیک صفات مستقل طور پر پیدا ہو چکی ہوں، مثلاً

عدل و انصاف

سخاوت، شجاعت، اعتدال ، سچائی، دوستی ، خود پر قابو، دوسروں کے ساتھ حسن سلوک

اخلاقی تربیت

ارسطو کا ایک اہم تصور یہ ہے کہ **انسان نیک اعمال انجام دے کر نیک بنتا ہے۔** یعنی اخلاقی کردار تربیت اور عادت کے ذریعے تشکیل پاتا ہے۔ بچپن سے اچھی عادات پیدا کرنا اس لیے ضروری ہے کہ وہ مستقبل کے کردار کی بنیاد بنیں۔

ارسطو اور اسلامی اخلاقیات:

کچھ لوگوں نے ارسطو کے تصور کو اسلامی تعلیم کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کی ہے وہ درست نہیں اس لیے کہ اسلامی اخلاقیات کی بنیاد، بنیادی طور پر قرآن، سورۃ القلم میں رب العالمین ارشاد فرماتا ہے ۔ بے شک اے نبی ﷺ آپ اخلاق کے اعلی درجے پر فائز ہیں اس کے بعد سنت، شریعت، تقویٰ، تزکیۂ نفس، تصفیہ باطن، معملات کی زندگی، دین فطرت کے اصول اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر قائم ہے، جبکہ ارسطو کا نظام اخلاق فلسفیانہ عقل، فضیلت، کردار اور سعادت کے تصور کے گرد تشکیل پاتا ہے۔ ہاں کچھ چیزیں مشترکہ ہو سکتی ہیں اور اسی لیے اہل کتاب اللہ تعالی نےمیں اس بات کا ذکر کیا ہے **۵ھ** ‘‘ کہہ دیجیے کہ اے اہل کتاب اس بات کی طرف لوٹ آو جوتمہارے اور ہمارے درمیان یکساں (مشترکہ)ہے ۔

ارسطو کے اخلاقی فلسفے کا خلاصہ یہ ہے کہ اچھی زندگی اچھی عادات، نیک کردار، عقل کے استعمال اور اعتدال کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ انسان کا مقصد صرف لذت یا مادی کامیابی نہیں بلکہ ایسی زندگی اختیار

کرنا ہے جس میں اس کی عقلی اور اخلاقی صلاحیتیں بہترین انداز میں ظاہر ہوں۔ اسی وجہ سے ارسطو کی اخلاقیات آج بھی فلسفۂ اخلاق کے بنیادی مباحث میں شمار ہوتی ہے۔

اخلاقیات اور حکیم سقراط:

Socrates (469–399 قبلِ مسیح) قدیم یونان کے عظیم فلسفی اور مغربی فلسفۂ اخلاق کے اہم ترین مفکرین میں شمار ہوتے ہیں۔ سقراط نے فلسفے کو کائنات اور فطرت کے مسائل سے نکال کر **انسان، اس کے کردار، اخلاق اور طرزِ زندگی** کی طرف متوجہ کیا۔ ان کے نزدیک فلسفے کا اصل مقصد انسان کو یہ سکھانا تھا کہ **اچھی اور بااصول زندگی کیسے گزاری جائے۔**

اخلاقی علم کی اہمیت:

سقراط کے نزدیک انسان کے اخلاقی کردار کی بنیاد **علم اور آگاہی** پر ہے۔ ان کا مشہور فلسفیانہ موقف یہ ہے کہ جو شخص حقیقتاً جانتا ہے کہ اچھائی کیا ہے، وہ اچھائی کی طرف مائل ہوگا۔

اسی لیے سقراط کے ہاں **علم اور فضیلت** کا گہرا تعلق ہے۔ جہالت انسان کو غلط اعمال کی طرف لے جا سکتی ہے، جبکہ حقیقی علم انسان کو نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔:

"اپنے آپ کو پہچانو۔"

یعنی اخلاقی اصلاح کا آغاز انسان کے اپنے اندر سے ہوتا ہے۔ جو شخص اپنی خامیوں کو پہچان لیتا ہے، وہ اپنے کردار کو بہتر بنانے کی کوشش کر سکتا ہے۔

نفس کی اصلاح

سقراط کے نزدیک انسان کو صرف جسمانی ضروریات اور مادی مفادات پر توجہ نہیں دینی چاہیے بلکہ **اپنے باطن اور کردار کی اصلاح** بھی کرنی چاہیے۔ دولت، شہرت اور ظاہری کامیابی کے مقابلے میں نیک کردار زیادہ اہم ہے۔

نیکی اور فضیلت

سقراط نے اخلاقی زندگی میں **فضیلت (Virtue)** کو بنیادی مقام دیا۔ ان کے نزدیک عدل، شجاعت، اعتدال، دانائی اور سچائی جیسی صفات انسان کو بہتر بناتی ہیں۔

ان کے فلسفے کا بنیادی سوال یہ تھا کہ

"اچھا انسان کون ہے اور اچھی زندگی کیا ہے؟"

یہی سوال بعد میں افلاطون اور ارسطو کے اخلاقی فلسفے کی بنیادوں میں بھی شامل ہوا۔

دولت سے زیادہ کردار:

سقراط کے نزدیک حقیقی قدر انسان کے پاس موجود دولت یا شہرت سے نہیں بلکہ اس کے **کردار** سے متعین ہوتی ہے۔ انسان کو دولت حاصل کرنے سے پہلے یہ کوشش کرنی چاہیے کہ وہ خود کو دانا، عادل اور نیک بنائے۔

سوال و جواب کے ذریعے اخلاقی تربیت:

سقراط کا **سقراطی طریقۂ** بھی اخلاقی تعلیم کا اہم ذریعہ تھا۔ وہ براہِ راست جواب دینے کے بجائے سوالات کرتے تھے تاکہ مخاطب خود اپنے خیالات کا جائزہ لے، مثلاً

انصاف کیا ہے؟
دوسروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔
اگر کسی خاص صورت میں اچھا برتاؤ کسی کو نقصان پہنچائے تو کیا وہ پھر بھی انصاف ہوگا؟

اس طرح مسلسل سوال و جواب کے ذریعے انسان اپنے تصورات کی کمزوریوں کو پہچاننے اور بہتر فہم تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔

سقراط اور اخلاقی فلسفے کی اہمیت:

سقراط نے اخلاقیات کو محض نظری بحث نہیں سمجھا بلکہ اسے **عملی زندگی اور کردار سازی** سے جوڑا۔ ان کے نزدیک فلسفہ اس وقت بامعنی ہے جب وہ انسان کو اپنے اعمال، مقاصد اور کردار پر غور کرنے پر آمادہ کرے۔

حکیم سقراط کی اخلاقیات کا مرکزی پیغام **خود شناسی، علم، فضیلت، کردار سازی اور نیکی کی عملی زندگی** ہے۔ ان کے نزدیک انسان کی اصل کامیابی دولت یا شہرت میں نہیں بلکہ **نیک اور بااصول زندگی** گزارنے میں ہے۔ سقراط نے یہ تصور مضبوط کیا کہ انسان کو سب سے پہلے اپنے باطن کی اصلاح کرنی چاہیے، کیونکہ ایک بہتر معاشرہ بہتر کردار رکھنے والے افراد ہی سے تشکیل پاتا ہے۔

فارسی ادب اور اخلاقیات:

فارسی ادب نے اسلامی تہذیب میں اخلاقی تعلیمات کو عام کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ فارسی کے عظیم شعرا نے شعر و حکایت کے ذریعے انسان کو اخلاقی زندگی کی طرف متوجہ کیا۔

سعدی شیرازی: سعدی کی گلستان اور بوستان **اخلاقی تعلیمات کا عظیم سرمایہ ہیں۔ سعدی نے عدل، حکمت، قناعت، انسان دوستی، تربیت، سیاست اور معاشرتی ذمہ داری جیسے موضوعات کو حکایات کے ذریعے بیان کیا۔**

ان کا مشہور شعر انسانیت کے باہمی تعلق کو اجاگر کرتا ہے ۶ـہ

بنی آدم اعضای یک پیکرند
که در آفرینش ز یک گوهرند
چو عضوی بہدرد آورد روزگار
دگر عضو ها را نما ند قرار

تو کز محنت دیگران بی غمی
نشاید که نامت نهند آدمی

سعدی کے نزدیک پوری انسانیت ایک دوسرے سے مربوط ہے۔ کسی انسان کا دکھ پوری انسانیت کے دکھ سے وابستہ ہے۔

اخلاقیات اور فردوسی:

حکیم ابوالقاسم فردوسی فارسی ادب کے عظیم شاعر اور **شاہنامہ** کے خالق ہیں۔ ان کی شاعری میں اخلاقی اقدار، انسانی کردار، عدل و انصاف، شجاعت، وفاداری اور نیکی کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ فردوسی کے نزدیک ایک مثالی انسان وہ ہے جو **عقل، دانش، کردار اور نیک اعمال** کو اپنی زندگی کا حصہ بنائے۔ ان کے ہاں اخلاقیات محض نظری بحث نہیں بلکہ عملی زندگی کی رہنمائی کا ذریعہ ہیں۔

فردوسی انسان کو **جھوٹ، ظلم، تکبر، حرص، خیانت اور خود غرضی** سے دور رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔ وہ سچائی، خردمندی، وفاداری، جوانمردی، عدل، قناعت اور احسان کو انسانی عظمت کی علامت قرار دیتے ہیں۔ شاہنامہ کے مختلف کرداروں کے ذریعے فردوسی یہ واضح کرتے ہیں کہ اچھے اخلاق انسان کو عزت اور بد اخلاقی اسے زوال کی طرف لے جاتی ہے۔

فردوسی کی اخلاقی فکر میں **خرد** کو خاص مقام حاصل ہے۔ ان کے نزدیک عقل و دانش انسان کو صحیح اور غلط میں امتیاز کرنے کی صلاحیت عطا کرتی ہے۔ اسی طرح بادشاہ اور حکمران کے لیے عدل و انصاف کو ضروری سمجھا گیا ہے، کیونکہ ظلم معاشرے کی تباہی کا سبب بنتا ہے۔

مختصراً، فردوسی کی اخلاقیات کا مرکزی پیغام **خرد، نیکی، عدل، سچائی، شجاعت، وفاداری اور انسان دوستی** ہے، جو فرد کی شخصیت سازی اور ایک عادل و بااخلاق معاشرے کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

مولانا روم اور اخلاقیات:

مولانا جلال الدین رومی فارسی ادب کے عظیم شاعر، صوفی اور مفکر ہیں۔ ان کی معروف تصنیف **مثنوی معنوی** اخلاقی، روحانی اور انسانی تربیت کا ایک اہم سرچشمہ ہے۔ رومی کے نزدیک اخلاقیات کا بنیادی مقصد انسان کی **باطنی اصلاح، تزکیۂ نفس اور کردار کی پاکیزگی** ہے۔ وہ انسان کو تکبر، حسد، حرص، غصہ، خود پسندی اور نفسانی خواہشات سے نجات حاصل کرنے کی تعلیم دیتے ہیں۔

رومی کی اخلاقی فکر میں **عشق** کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ ان کے نزدیک حقیقی عشق انسان کے دل کو پاک کرتا اور اسے محبت، رحم، ایثار، صبر اور خدمتِ خلق کی طرف لے جاتا ہے۔ وہ ظاہر کے بجائے باطن کی پاکیزگی پر زور دیتے ہیں اور سمجھاتے ہیں کہ حقیقی نیکی وہ ہے جو انسان کے کردار اور رویے میں ظاہر ہو۔

رومی **صبر، شکر، تواضع، قناعت، سخاوت، حسنِ سلوک اور عفو و درگزر** کو اعلیٰ اخلاقی صفات قرار دیتے ہیں۔ ان کی حکایات میں مختلف کرداروں اور واقعات کے ذریعے یہ سبق دیا گیا ہے کہ انسان اپنی کمزوریوں پر قابو پا کر اپنی شخصیت کو بہتر بنا سکتا ہے۔

مختصراً، مولانا روم کی اخلاقی تعلیمات کا مرکز **تزکیۂ نفس**، **عشقِ الٰہی**، **حسنِ اخلاق**، **انسان دوستی اور خدمتِ خلق** ہے۔ ان کی اخلاقیات فرد کی روحانی تربیت کے ساتھ ایک پُرامن اور بااخلاق معاشرے کی تشکیل کی رہنمائی بھی کرتی ہیں:

این جهان کوه است و فعلِ ما ندا
سوی ما آید نداها را صدا

مفہوم
یہ دنیا پہاڑ کی مانند ہے اور ہمارے اعمال اس میں دی جانے والی آواز کی طرح ہیں۔ جس طرح پہاڑ سے آواز گونج کر واپس آتی ہے، اسی طرح انسان کے اچھے یا برے اعمال کا اثر بالآخر اسی کی طرف لوٹتا ہے۔

اخلاقیات اور مہاتما گاندھی:

برصغیر کی سیاسی اور سماجی تاریخ کی ایک اہم شخصیت تھے۔ ان کی فکر میں **اخلاقیات**، **سچائی**، **عدم تشدد**، **خود احتسابی**، **سادگی اور خدمتِ خلق** کو بنیادی اہمیت حاصل تھی۔ گاندھی کے نزدیک سیاست اور اجتماعی زندگی کو اخلاقی اصولوں سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ وہ سچ کو محض گفتگو میں درست بات کہنے تک محدود نہیں سمجھتے تھے بلکہ اسے زندگی کے ہر شعبے میں اختیار کرنے پر زور دیتے تھے۔ ان کے نزدیک انسان کو اپنے خیالات، الفاظ اور اعمال میں حتی الامکان مطابقت پیدا کرنی چاہیے۔ سچائی انسان کے کردار کو مضبوط اور قابلِ اعتماد بناتی ہے ۔ ان کے نزدیک اختلاف اور ظلم کا جواب نفرت اور تشدد سے دینے کے بجائے امن، صبر اور اخلاقی قوت کے ذریعے دیا جانا چاہیے۔ ان کے نزدیک دوسروں کی اصلاح سے پہلے انسان کو اپنے اعمال، خواہشات، کمزوریوں اور رویوں کا جائزہ لینا چاہیے۔ گاندھی کے اخلاقی نظریے میں انسانی خدمت کو اہم مقام حاصل تھا۔ وہ کمزور، غریب اور محروم طبقات کی مدد اور ان کے وقار کے احترام کو معاشرتی ذمہ داری سمجھتے تھے۔

ضبطِ نفس:

گاندھی نے اپنی اخلاقی زندگی میں **خود پر قابو** اور نظم و ضبط کو اہمیت دی۔ ان کے نزدیک انسان کو اپنی خواہشات، جذبات اور مادی ضروریات پر مناسب حد تک قابو رکھنا چاہیے تاکہ وہ اپنے اعلیٰ اخلاقی مقاصد کے مطابق زندگی گزار سکے۔

مذہبی رواداری:

گاندھی مختلف مذہبی روایات کے مطالعے اور ان کے احترام کے قائل تھے۔ ان کی اخلاقی فکر میں **مذہبی رواداری**، **باہمی احترام اور امن** اہم عناصر تھے۔ وہ مذہب کو انسان کی اخلاقی زندگی سے جوڑ کر دیکھتے تھے۔

اخلاق اور سیاست:

گاندھی کی فکر کا ایک نمایاں پہلو یہ تھا کہ **سیاست کو اخلاقیات سے جدا نہیں ہونا چاہیے۔** ان کے نزدیک سیاسی یا اجتماعی مقصد حاصل کرنے کے لیے ہر ذریعہ درست نہیں ہو جاتا؛ مقصد کے ساتھ **ذرائع کی اخلاقی پاکیزگی** بھی اہم ہے۔

ان کے نزدیک اخلاقیات صرف ذاتی نیکی کا نام نہیں بلکہ انسان کا دوسرے انسانوں کے ساتھ **ذمہ دارانہ اور ہمدردانہ برتاؤ** بھی ہے۔

آج کے دور میں اخلاقیات کی اہمیت:

موجودہ دور سائنس، ٹیکنالوجی، ذرائع ابلاغ اور معاشی ترقی کے اعتبار سے غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے، لیکن ان تمام ترقیوں کے باوجود **اخلاقیات** کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ محسوس ہوتی ہے۔ اخلاقیات انسان کو یہ شعور دیتی ہے کہ کیا درست ہے اور کیا غلط، کون سا عمل معاشرے کے لیے مفید ہے اور کون سا نقصان دہ۔ علم اور ٹیکنالوجی اگر اخلاقی اصولوں سے خالی ہوں تو وہ انسان کی فلاح کے بجائے نقصان کا ذریعہ بھی بن سکتے ہیں۔

سچائی، دیانت داری، صبر، برداشت، عاجزی، انصاف اور ذمہ داری جیسی صفات ایک اچھے انسان کی پہچان ہیں۔ اخلاقی تعلیم فرد کو اپنے حقوق کے ساتھ ساتھ دوسروں کے حقوق کا احترام کرنا بھی سکھاتی ہے۔ اخلاقیات انسان کے کردار کو سنوارتی ہے۔ ایک معاشرہ اسی وقت پُرامن اور مضبوط ہو سکتا ہے جب اس کے افراد ایک دوسرے کے ساتھ **احترام، رواداری، انصاف اور حسنِ سلوک** کا مظاہرہ کریں۔ جھوٹ، دھوکا، بدعنوانی، نفرت اور عدم برداشت معاشرتی انتشار کو جنم دیتے ہیں، جبکہ اخلاقی اقدار معاشرے میں اعتماد پیدا کرتی ہیں۔

حوالہ جات :

١۔ سورة القلم، 68: 4
٢۔ بدیۃ الشیعہ، ص 10
٣۔ قرب الإسناد، ص 46، حدیث 149
۴ ۔ اخلاقی نیکو ماخوسی
۵۔ سورة ال عمران آیت ۶۴
۶۔ گلستانِ سعدی باب درسیرت پادشاہان
تاریخ ادبیات ایران برائے مطالعہ حیات و خدمات جامی رح ، حافظ شیرازی، فردوسی و سعدی شرازی ، گلستان سعدی و بستان سعدی، دیوان حافظ، شاھنامہ فردوسی ،
And the best book of my Experiment with truth